

قیام لیلة القدر من الایمان

ترجمہ: لیلة القدر کا قیام ایمان ہے
 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ مَنْ يَقُمْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا
 تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لیلة القدر کو قیام کرتا ہے
 ایمان سے اور ثواب کے لئے تو اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جاتے
 ہیں۔

شرح: لیلة القدر کی وجہ تسمیہ کئی ایک وجوہات ہیں، ایک یہ کہ
 لیلة القدر احکام اور دیگر امور و معاملات کی تقدیر کی رات ہے۔

(۱) حضرت عطاء حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں
 کہ اللہ تعالیٰ ہر سال آئندہ ہونے والے واقعات مثلاً بارش و روزی
 و زندگی و موت وغیرہ اسی رات میں مقدر فرماتا ہے یعنی انہیں ان
 امور پر مقرر فرشتوں کے سپرد کر کے انہیں اپنے اپنے اوقات
 پر انجام دینے کی ہدایت جاری فرمادیتا ہے، چنانچہ قرآن میں فرما دیا
 گیا ہے:

فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ۔

ترجمہ: اس میں بانٹ دیا جاتا ہے ہر حکمت والا کام۔

ازالہ وہم: (۱) اللہ تعالیٰ تقدیر کو اس رات کو پیدا نہیں کرتا

کیونکہ اس نے تو وہ سب کچھ جو ہوا یا ہو رہا ہے یا آئندہ ہونے والا ہے سب کو آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے سے بھی پہلے ازل میں مقدر فرمادیا اور لوح محفوظ پر لکھ دیا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس مبارک رات میں مخلوق کی قسمت کے وہ تمام مقدر شدہ معاملات سال بھر کے لئے ان سے متعلقہ ذمہ داری رکھنے والے فرشتوں کے سپرد کر دیئے جاتے ہیں، یہ عام علماء کی پسندیدہ رائے ہے۔

(۲) امام زہری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ لیلۃ القدر میں لفظ قدر،

مرتبہ و شرف کے معنی میں ہیں جیسا کہ کہتے ہیں کہ فلاں کی فلاں کے ہاں بڑی قدر ہے یعنی وہ اس کے ہاں بڑا درجہ و مرتبہ رکھتا ہے

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے ”لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ

أَلْفِ شَهْرٍ“ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر، سے یہ ثابت ہوتا

ہے کہ اس صورت میں اس کے قدر و منزلت اور درجہ و شرف والی

ہونے میں دو احتمال ہوں گے، ایک یہ کہ اس قدر و شرف اور درجہ

ومنزلت کا تعلق نیکی کے کام کرنے والوں کے ساتھ ہو جس کا مطلب یہ ہو گا کہ جو اس رات میں عبادت و ریاضت کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی قدر و منزلت والے لوگ ہوتے ہیں اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس قدر و منزلت کا تعلق ان عبادات سے ہو جو اس رات کو کی جاتی ہیں جس کا مطلب یہ ہو گا کہ اس رات کی جانے والی عبادات بڑی قدر و منزلت والی ہیں۔

حضرت ابو بکر الوراق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس رات قدر و منزلت والا کلام قدر و منزلت والے فرشتے کی زبان پر قدر و منزلت والے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے قدر و منزلت والی امت پر نازل ہوا، شاید اسی لئے لفظ ”قدر“ اس سورۃ میں تین مرتبہ لایا گیا۔

(۳) قدر کے معنی تنگی کے بھی ہیں۔ اس معنی کی رُو سے معنی ہو گا کہ ہم نے قرآن کو تنگی کی رات میں اتارا، تنگی کی رات کا مطلب یہ ہے کہ اس رات میں رحمت کے فرشتے اس قدر کثرت سے اترتے ہیں کہ ان کے لئے زمین تنگ ہو جاتی ہے۔

مخفی راز: شبِ قدر کو مخفی رکھا گیا۔ حضور ﷺ

اور خواص کے علاوہ عوام سے اس کا راز پنہاں ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں شبِ قدر کو مخفی رکھا ہے یہ نہیں بتایا کہ وہ کون سی رات ہے، اس کی بھی وجوہات ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس شب کو ایسا مخفی رکھا ہے جیسا کہ اس نے باقی چیزوں کو مخفی رکھا مثلاً اس نے اپنی رضا و خوشنودی نیکیوں میں مخفی رکھی ہے کہ اسے سب سے زیادہ کون سی نیکی ہے تاکہ اس سبب سے لوگ تمام نیک کاموں میں دلچسپی لیں کہ ان میں سے کوئی نیکی اسے سب سے زیادہ پسند آئے اور کرنے والے کی بخشش ہو جائے اور اس نے اپنی ناراضگی گناہوں میں مخفی رکھی کہ کون سا ایسا گناہ ہے جس پر وہ بہت ہی ناراض ہوتا ہے تاکہ لوگ اس سبب سے تمام گناہوں سے دور رہیں کہ شاید ان میں سے کوئی گناہ ایسا ہو جو ہمیں اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضگی کا مستحق کر ڈالے، اس لئے ہر گناہ سے بچنے کی کوشش کریں گے۔ اسی طرح اس نے اپنے خاص اولیاء کو عوام سے مخفی رکھا اور شریعت کی پابندی کے علاوہ ان کی کوئی دوسری نشانی مقرر نہ کی تاکہ عام لوگ اس سبب سے شریعت کے

پابند ہر مسلمان کی عزت و احترام بجالائیں کہ شاید وہ اللہ کے خاص اولیاء میں سے ہوں اور اس نے قبولیت کو دعاؤں میں مخفی رکھا کہ اسے کون سی دعا قبول ہے تاکہ لوگ تمام نیک دعاؤں میں دلچسپی لیں اور ذوق و شوق سے دعائیں کریں کہ شاید ان میں سے کوئی دعا قبول ہو جائے اور اس نے اپنے اسماء مبارکہ میں اسم اعظم کو مخفی رکھا تاکہ لوگ تمام اسماء مبارکہ کی تعظیم و توقیر کریں اور انہیں اپنا وظیفہ بنائیں اور اسی طرح اس نے نمازوں میں ”نمازِ وسطیٰ“ کو مخفی رکھا تاکہ لوگ نمازِ وسطیٰ کی وجہ سے سب نمازوں کی پابندی کریں، اس طرح اس نے توبہ کو مخفی رکھا تاکہ لوگ ہمیشہ تمام قسموں کی توبہ کریں، یعنی توبہ کے تمام الفاظ و طریقوں کے ذریعہ ہمیشہ توبہ کیا کریں اور اسی طرح اس نے بندوں سے ان کی موت کا وقت مخفی رکھا تاکہ لوگ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں اور کسی بھی وقت غافل نہ ہوں۔ پس اسی طرح اس نے شبِ قدر کو بھی مخفی رکھا تاکہ لوگ شبِ قدر کی جستجو میں ماہِ رمضان کی ہر شب کی تعظیم کریں اور اس میں زیادہ سے زیادہ نیک عمل کرنے کی کوشش کریں۔

گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندو! اگر میں تمہیں بتا دیتا کہ ماہِ رمضان کی فلاں رات شبِ قدر ہے حالانکہ مجھے علم ہے کہ تم گناہ کرنے میں بڑے دیدہ دلیر ہو اور ہو سکتا تھا کہ اس مبارک رات میں تمہارے نفس تمہیں گناہ پر اکسائے تو تم دیدہ دانستہ یعنی یہ جانتے ہوئے کہ یہ شب مبارک شبِ قدر ہے، گناہ میں مبتلا ہو سکتے تھے تو تمہارا یہ دیدہ دانستہ کا گناہ نادانستہ گناہ کے مقابلہ میں بڑا سخت اور نہایت ہی قابلِ مذمت و قابلِ گرفت ہوتا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن وہ لوگ زیادہ عذاب کے مستحق ہوں گے جو دیدہ و دانستہ یعنی یہ جانتے ہوئے کہ یہ بُرا کام ہے اس بُرے کام کو کرتے ہیں۔

اس لئے میں نے تم سے شبِ قدر کو مخفی رکھا کیونکہ دفع نقصان جلب نفع سے مقدم ہے۔ اس قاعدہ کو ذیل کی حکایت سے سمجھئے۔

حکایت: روایت میں ہے کہ حضور ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو ایک شخص کو وہاں سویا دیکھا تو حضرت علی سے فرمایا کہ اس شخص کو جگا دو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے جگا

دیا پھر حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آپ ہمیشہ نیکیوں میں سبقت لینے والے ہیں تو آپ نے خود اس شخص کو کیوں نہ جگایا۔

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کیونکہ نیند کی حالت میں یا غفلت کی وجہ سے وہ شخص جاگنے میں دیر کرتا یا کہنا نہ مانتا اور سویا رہتا تو میرے جگانے پر ایسا کرنے سے وہ کافر ہو جاتا تیرے جگانے پر نہیں، لہذا میں نے اس پر رحمت کی اور شفقت فرمائی تاکہ انکار کی صورت میں وہ بڑے گناہ (کفر) سے بچ جائے۔

پس جب رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رحمت و شفقت کا یہ حال ہے تو اللہ رب العالمین کی رحمت کا کیا عالم ہو گا۔ پس گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے بندے جب تجھے شبِ قدر کا علم ہو جائے تو اگر تو اس میں نیکی و عبادت میں مصروف رہے تو تجھے ایک ہزار مہینے کی عبادت کا ثواب حاصل ہو گا اور اگر تو نے اس میں ایک گناہ کیا تو تیرا وہ گناہ ایک ہزار مہینے کے گناہوں کے برابر ہو گا۔ اور حکمت و دانائی کا تقاضا یہ ہے کہ حصولِ نفع کی نسبت نقصان سے بچنا زیادہ ضروری ہے۔

یہ رات اس لئے مخفی رکھی گئی ہے تاکہ بندے اس کی تلاش میں محنت کریں تو انہیں محنت کا ثواب بھی حاصل ہو۔

ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بندوں کو جب یہ علم نہ ہو گا کہ شبِ قدر کون سی رات ہے تو وہ رمضان کے مہینہ کی تمام راتوں میں اس امید پر عبادت کریں گے کہ شاید آج رات شبِ قدر ہو تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو زمین پر مصروفِ عبادت دیکھ کر خوش ہو گا اور فرشتوں سے فخر یہ طور پر فرمائے گا کہ میرے فرشتوں زمین کی طرف دیکھو اور میرے ان بندوں کی عبادت و ریاضت میں مصروفیت و مشغولیت کا حال دیکھو جن کے بارے میں تم نے کہا تھا کہ ”کیا تو ایسے انسان کو زمین پر خلیفہ بناتا ہے جو خونریزی کرے گا“ ابھی تو میں نے اپنے ان بندوں کو اس رات کا یقینی علم نہیں دیا اور یہ محض اس کے امکان کی بناء پر اس قدر عبادت و ریاضت کر رہے ہیں اور اگر میں ان کو بتا دیتا کہ فلاں رات شبِ قدر ہے تو ان کی عبادت و ریاضت اور شوق و ذوق کا پھر کیا حال ہوتا۔ پس اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا جو اس نے فرشتوں سے تخلیق آدم کے وقت

فرمایا تھا ”إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ“ کہ وہ میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے، کا یہی راز ہے۔

مسئلہ: شبِ قدر کی فضیلت میں دن بھی شامل ہے۔

امام شعبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فضیلت و درجہ میں رات کے ساتھ اس کا دن بھی شامل ہے اور غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ عرف ہے کہ جب راتوں کا ذکر کیا جائے گا تو ان کے ساتھ ان کے دن بھی خود بخود مراد لئے جائیں گے مثلاً ایک شخص نے منت مانی کہ وہ دوراتیں اعتکاف بیٹھے گا (اور عبادت و ریاضت میں مصروف رہے گا) تو ہم شرعاً اس پر لازم کریں گے کہ وہ ان راتوں کے دو دنوں کو بھی اعتکاف میں شامل کرے اور قرآنِ کریم سے بھی واضح ہوتا ہے کہ رات دن سے الگ نہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً۔

اور وہی ہے جس نے رات اور دن کی بدلی رکھی۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رات اور دن کو اس طرح بنایا ہے کہ دن رات کے پیچھے چلا آتا ہے اور رات دن کے پیچھے۔

امام جلیل کی رائے یہ ہے کہ چونکہ اس کی فضیلت نزول قرآن کی وجہ سے تھی لہذا یہ وہی ایک ہی رات تھی جس میں قرآن اتارا گیا بس اس کے بعد کوئی شبِ قدر نہیں ہے اس کا سلسلہ ختم ہو چکا لیکن جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ شبِ قدر باقی ہے اور ہمیشہ باقی رہے گی لیکن اس رائے والوں کے پھر دو گروہ ہیں، ایک گروہ کا خیال ہے کہ شبِ قدر صرف ماہِ رمضان کے ساتھ مختص نہیں ہے بلکہ پورے سال میں گھومتی رہتی ہے کبھی کسی ماہ میں کبھی کسی میں، جو شخص مسلسل سال بھر راتوں کو جاگتا رہے اور صحیح العقیدہ و صحیح العمل ہو وہ ضرور اسے پائے گا اور حضرت عکرمہ فرماتے ہیں: یہ شبِ قدر وہی ہے جس کا سورہٴ دخان میں یوں ذکر آیا ہے

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ مُبَارَكَةٍ۔

بیشک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا۔

لیکن جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ شبِ ماہِ رمضان کے ساتھ مختص ہے۔ ماہِ رمضان کے علاوہ کسی دوسرے مہینے میں یہ شب نہیں پائی جاتی، قرآن کریم سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ۔

رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اترا۔

اور قرآن کریم میں دوسری جگہ فرمایا گیا:

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي كَيْلَةِ الْقَدْرِ۔

بیشک ہم نے اسے شبِ قدر میں اتارا۔

توضوری ہے کہ شبِ قدر ماہِ رمضان میں ہوتا کہ دونوں آیتوں

میں تعارض و ٹکراؤ لازم نہ آئے۔

شبِ قدر کون سی رات ہے؟

جمہور کا اس بات پر اتفاق کے بعد کہ شبِ قدر ماہِ رمضان میں ہے،

اس بات میں اختلاف ہے کہ یہ شبِ ماہِ رمضان کی کون سی رات

ہے، اس سلسلہ میں آٹھ اقوال ہیں۔

(۱) امام ابن رزین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ماہِ رمضان کی پہلی رات

ہے۔

(۲) امام حسن بصری رحمہ اللہ کی فرماتے ہیں کہ یہ ماہِ رمضان کی سترہ کی

رات ہے۔

(۳) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی روایت ہے کہ یہ ماہِ رمضان کی انیسویں رات ہے۔

(۴) ابنِ مسعود سے مروی ہے کہ چوہیسویں رات ہے۔

(۵) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ یہ پچیسویں رات ہے۔

(۶) حضرت اُبی بن کعب اور صحابہ کی ایک جماعت کی رائے ہے کہ یہ ستائیسویں کی شب ہے اور بعض کا خیال یہ بھی ہے کہ انتیسویں شب ہے۔

(۷) امام ابنِ اسحق کے نزدیک اکیسویں رات ہے۔

(۸) ابنِ عباس کے نزدیک یہ تیسویں رات ہے۔

دلائل: اور امام رزین اور ان کے ہم خیال حضرات جو شبِ قدر پہلی رمضان کو قرار دیتے ہیں ان کی یہ دلیل ہے کہ حضرت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے بارہ رمضان کی پہلی شب کو نازل کئے گئے تھے اور حضرت ابراہیم کے صحیفوں کے سات سو سال بعد چھ رمضان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات اتاری گئی اور تورات کے پانچ سو سال بعد

بارہ رمضان کو حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور اتار گئی اور زبور اترنے کے چھ سو بیس سال بعد اٹھارہ رمضان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل اتاری گئی اور قرآن کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر ایک سال سے دوسرے تک رمضان کی ہر شب قدر کو نازل ہوتا رہا۔ حضرت جبریل علیہ السلام قرآن کریم کو ساتویں آسمان پر واقع نورانی محل بیت العزۃ سے پہلے آسمان پر اتارتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو بیس سالوں کے اندر بیس مہینوں میں اتارا تو جب یہ مہینہ ہی وہ مبارک ہوا جس میں یہ عظیم الشان برکتیں اور بھلائیاں حاصل ہوئیں تو یہ مہینہ انتہائی بلند درجہ والا مہینہ ٹھہرا، پس اس کی پہلی رات ہی شب قدر ہوگی اور امام حسن بصری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ سترہ رمضان ہے کیونکہ سترہ رمضان کو جنگ بدر ہوئی اور انیسویں کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایک حدیث مروی ہے۔ فقیر کا خیال ہے کہ اس حدیث میں انیس رمضان کی رات کو شاید شب قدر اس لئے بتایا گیا ہے کہ ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ کے حروف انیس ہیں اور ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ ہی تمام رحمتوں کا خزانہ اور تمام برکتوں کا منبع ہے

اور رہا یہ خیال کہ شبِ قدر ماہِ رمضان کی ستائیسویں کی رات ہے تو امام شافعی علیہ الرحمہ کا جھکاؤ اسی طرف ہے۔ اس سلسلے میں ان کی دلیل ”حدیث الباء والطین“ ہے اور جمہور علماء کا بھی یہی خیال ہے کہ ماہِ رمضان کی ستائیسویں کی رات ہی وہ قدر والی رات ہے جس کے بارے میں قرآن فرماتا ہے کہ وہ ایک ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ اس سلسلے میں علماء نے کچھ آثار و قرائن بھی بیان کئے ہیں اگرچہ وہ ضعیف اور کمزور سے قرائن ہیں تاہم مجموعی طور پر ان کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اس سلسلے میں ایک تو حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے کہ سورہ قدر کے تیس کلمات ہیں اور ان میں کلمہ ”□ ی“ جس سے قدر کی رات کی طرف اشارہ ہے، ستائیسواں کلمہ ہے لہذا یہ واضح اشارہ ہے کہ شبِ قدر ستائیسویں رمضان ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام سے سوال کیا شبِ قدر کون سی رات ہے پھر حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا اے قرآنِ حکیم کے علوم میں غوطہ لگانے کے ماہر! تم غوطہ لگاؤ تو حضرت زید

بن ثابت نے عرض کی آپ نے مہاجرین کی اولاد ابن عباس کو اس مسئلہ میں اظہارِ رائے کے لئے تو بلا لیا ہے مگر ہماری (انصار کی) اولاد کو یاد نہیں فرمایا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زید بن ثابت سے فرمایا کہ شاید تمہارا خیال یہ ہے کہ یہ (ابن عباس) ایک بچہ ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضور ﷺ کی دعا کے صدقے میں جس میں آپ کے الفاظ یہ ہیں ”اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ وَعَلِّمْهُ التَّائِيْلَ“ اس کے پاس قرآن کا وہ علم ہے جو تمہارے پاس نہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند و تر کا عدد ہے (یعنی ایک، تین، پانچ، سات، نو) اور ان تمام وتر عددوں میں زیادہ پسندیدہ سات ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سات بنائے، زمینیں سات بنائیں، ہفتہ کے دن سات بنائے، جہنم کے درجات بنائے، طواف کے چکر سات بنائے اور جن اعضاء سے سجدہ کیا جاتا ہے وہ بھی سات ہیں۔ اس سے پتہ چلا کہ ستائیسویں رمضان ہی شبِ قدر ہے اور ان سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ لفظ ”لیلة القدر“ کے حروف نو ہیں اور یہ لفظ

اس سورۃ میں تین بار آیا ہے تو حاصل ضرب ستائیس ہوا، معلوم ہوا کہ لیلۃ القدر ستائیسویں کی شب ہے۔

حکایت: حضرت عثمان بن ابی العاص کا ایک غلام تھا اس نے آپ سے عرض کی اے میرے آقا یقین کیجئے کہ ایک رات ایسی آتی ہے کہ اس میں دریا کا پانی میٹھا ہو جاتا ہے، انہوں نے اپنے غلام سے فرمایا کہ جب وہ رات آئے تو مجھے بتانا، جب وہ رات آگئی تو اس نے بتایا تو وہ ماہِ رمضان کی ستائیسویں شب تھی۔

ایک رائے یہ بھی ہے کہ شبِ قدر ماہِ رمضان کی آخری رات ہے کیونکہ یہ وہ مقدس رات ہے کہ اس میں مہینے بھر کی نیکیاں بڑھائی جاتی ہیں بلکہ اس کی پہلی حضرت آدم علیہ السلام اور آخری حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی طرح ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ ماہِ رمضان کی آخری رات میں اس قدر گنہگاروں کو جہنم کی آگ سے آزاد کیا جاتا ہے جس قدر مہینہ بھر گنہگاروں کو آزاد کیا جاتا ہے بلکہ ماہِ رمضان کی پہلی رات ایسے ہے جسے کسی نہایت عزیز دوست کی آمد کی رات تو وہ شکر کی رات ہے

اور آخری رات گویا اس نہایت ہی عزیز دوست کی الوداعی اور روائگی کی رات ہے۔

لہذا وہ فراقِ دوست کی رات ہونے کی وجہ سے صبر اور مصیبت برداشت کرنے کی رات ہے ظاہر ہے کہ شکر کی نسبت صبر کا مقام کہیں بلند و بالا ہے لہذا آخری رات ہی شبِ قدر کی رات ہے۔

معنی قیام لیلة القدر

اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔

- (۱) قیام فی الصلوٰۃ، ساری رات نماز ادا کرنا (نوافل وغیرہ)
 - (۲) نیند کا بالمقابل یعنی شبِ بیداری یعنی مختلف عبادت میں بیداری (نماز، تلاوت، درود و سلام، وعظ اور نعت خوانی وغیرہ)
- فائدہ: قیام سے تمام رات یا بعض حصہ مراد ہے، اس میں بعض شارحین نے ساری رات مراد لی ہے، بعض نے رات کا بعض حصہ لیا ہے لیکن امام بدرالدین عینی شارح بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ساری رات کو شبِ قدر کہا۔

قاعدہ: امام عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حدیث ہذا میں "من یقم" واقع ہے "لیلة القدر" اس کا مفعول ہے اور مفعول کی شان یہ ہے کہ وہ فاعل کے فعل میں شامل ہو۔ اب معنی یہ ہوا کہ لیلة القدر کے ہر جزء میں قیام ہو اس لئے تمام رات بیداری کے معنی کو ترجیح ہے، اس کی نظیر دوسری حدیث بھی ہے حضور ﷺ نے فرمایا "من یعم یوماً" یہاں یوم صوم کا مفعول ہے اور صوم کا تعلق یوم کے اجزاء سے ہے نہ کہ بعض سے ایسے ہی یہاں قیام کا تعلق لیلة القدر سے ہے تو تمام رات مراد ہونی چاہیے۔

ایمان و احتساب کے معنی

احادیث میں احتساب کے لفظ کا استعمال کثرت سے ہوا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے ہر عمل کا دار و مدار ایمان پر ہے اور اعمال کا ثواب نیت پر موقوف ہے لیکن نیت مرتبہ علم کا ہے اور احتساب علم العلم کا مرتبہ ہے یعنی احتساب نیت سے بھی اوپر ایک درجہ ہے اور مراد اس سے نیت کا استحضار اور نیت کی زیادتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس لفظ کا استعمال شارح نے ذہول و مشقت کے مواقع پر کیا ہے مثلاً حضور ﷺ نے فرمایا جس کا بچہ مرجائے تو اس کو چاہیے کہ صبر

کرے اور احتساب کرے۔ اب دیکھئے بچہ کا مر جانا آفتِ سماوی ہے اس میں انسان کے اختیار کو کچھ دخل نہیں ہے اور یہ کہ اس مصیبت کے وقت آدمی کو وہم بھی نہیں ہوتا کہ مجھے ثواب مل سکتا ہے تو یہ ذہول کی جگہ تھی اس لئے شارع نے فرمایا کہ اگرچہ یہ آفتِ سماوی ہے لیکن خلوصِ نیت کے ساتھ اگر کوئی اس مصیبت پر صبر کرے تو اس کو ثواب ملے گا۔

مشقت و مجاہدہ کے موقع پر بھی شارع نے اس کا استعمال فرمایا جیسے قیامِ لیلۃ القدر میں جب انسان عبادت میں محو ہو جاتا ہے اور مجاہدہ کرتا ہے تو ایک جہت سے اس کو ذہول ہوتا ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ میری یہ عبادت و اطاعت بنفسہ ہے اس وقت وہ یہ محسوس نہیں کرتا کہ اس کی اطاعت کی توفیق بھی خدا ہی نے دی ہے تو ایسے موقع پر اس کو تنبیہ کی جاتی ہے کہ وہ نیت میں ازدیاد پیدا کرے اور خلوص کو اور زیادہ بڑھائے تاکہ اجر میں اضافہ ہو۔

اسی طرح اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنا یا نماز کے لئے دور سے چل کر آنا یہ ایسے نیک کام ہیں جن کو آدمی یہ سمجھتا ہے کہ ان کے کرنے سے کیا ثواب ہو گا کیونکہ وہ گمان کرتا ہے کہ بیوی بچوں

پر خرچ کرنا ایک طبعی چیز ہے مگر اس موقع پر بھی احتساب کا لفظ استعمال کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ جو کام کیا جائے اس میں زیادہ سے زیادہ خلوص ہو۔ چنانچہ حدیث مسند احمد سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ”وَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا فَعَلِمَ اللَّهُ أَنَّهُ قَدْ أَشْعَرَهَا قَلْبُهُ وَحَرَصَ“ (مسند احمد)

جس نے ایک نیکی کی تو دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں جبکہ اس کے دل میں اس کا شعور اور حرص ہو۔ (یعنی استحضارِ نیت)

حدیث ہذا سے واضح ہوا کہ خلوصِ نیت سے اوپر بھی ایک درجہ ہے جس کو خلوص در خلوص سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ غفر کے معنی چھپانے کے ہیں، مغفر اسی سے ماخوذ ہے کیونکہ اس سے سر چھپ جاتا ہے اور آدمی تلوار کی ضرب سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اب معنی یہ ہوا کہ جس نے لیلۃ القدر میں اس کے حق ہونے کے اعتقاد کے ساتھ صرف اللہ عز و جل کی خوشنودی کے لئے عبادت کی تو اس کے گزشتہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔

(الفیض الجاری فی شرح البخاری، کتاب الایمان، ۱/۲۰۶ تا ۲۱۴، ناشر: عطاری پبلشرز کراچی)